عشرہ اعتکاف اور شب قدر

مولانا اشرف علی تھانوی

اللہ تعالیٰ نے شریعت مقدسہ میں ایک خاص خلوت مقدر فرمائی ہے اور ایک بڑے زمانہ میں چھوٹا سا زمانہ اس خلوت کے لیے مشروع فرمایا ہے یعنی رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔ اور اس خلوت کا نام اعتکاف رکھا ہے 'خلوت' نہیں رکھا' اس لیے کہ یہ فلاسفہ اور حکما کا دیا ہوا نام ہے۔

اعتکاف کی روح کیا ہے؟ اعتکاف کی روح مجاہدہ کا ایک جزو ہے۔ مجاہدہ کی حقیقت تھی: قلۃ الطعام (کم کھانا) قلۃ المنام (کم سونا) قلۃ الکلام (کم بولنا) قلۃ الاختلاط مع الانام (لوگوں سے کم میل جول رکھنا)۔ مجاہدہ کا ایک جزو یعنی لوگوں سے کم ملنا تھا' نہ ملنا نہیں بلکہ کم ملنا۔ یہ غلطی کی جوگیہ نے اور حکمائے اشراقیین نے کہ وہ ترکِ اختلاط (ملنے کے چھوڑنے) ہی کو مجاہدہ سمجھے اور اس کی مضرت انھیں یہ ہوئی کہ تعلیم و تعلّم سے محروم ہو گئے۔

اس امت کی خلوت در انجمن (محفل میں تنہائی) ہے ؎

گر با ہمہ چو بامنی بے ہمہ   گر بے ہمہ چو بے منی با ہمہ

(اگر تم مخلوق میں مشغول ہو مگر دل ہماری طرف متوجہ ہے تو تم خلوت نشین ہی ہو۔ اور اگر خلوت نشین ہو کر تمھارا دل مخلوق کی طرف متوجہ ہے تو خلوت نشین نہیں ہو)

اسی کو زیادہ تفصیل سے عارف شیرازی کہتے ہیں ؎

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل   بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی

(جب تمھارا دل ہر گھڑی ایک جگہ جاتا ہے تو تم تنہائی میں صفائی نہیں حاصل کر سکتے)

ورت مال و جاہ ست و زرع و تجارت   چو دل باخدا ایست خلوت نشینی

(اور اگر تمھارے پاس مال و دولت ہے اور تجارت و زراعت کرتے ہو' جب دل خدا سے لگاؤ رکھتا ہے تو خلوت نشین ہی ہو)۔

یعنی اگر تم سب کے پاس بیٹھے ہو مگر قلب میری طرف متوجہ ہے تو میرے ساتھ ہو۔ یہ ہے اس امت کی خلوت کہ جلوت میں خلوت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کو مساجد میں مشروع فرمایا ہے۔ مخاطبین میں بعض ایسے تھے کہ یہ سن کر دس روز تک مسجد میں رہیں گے، نفس کو مزہ آیا کہ آہا خوب باتیں گھڑیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اس طرح انسداد فرمایا کہ مسجد میں ایک چٹائی کا حجرہ بنایا اور اس میں رہے۔ فرمایا کہ مسجد میں اس طرح رہنا چاہیے اور یہی ماخذ ہے اس عادت کا کہ پردہ وغیرہ اعتکاف میں باندھ لیتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی شاید کوئی غلو کرتا۔ اس لیے کہ یہ ایک امتیازی شان ہے کہ حجرہ مین خود بیٹھے رہیں اور باہر مریدین و معتقدین جمع ہیں کہ شاہ صاحب نکلیں گے تو زیارت کریں گے اور باتیں کریں گے۔ اس لیے حضورؐ نے اس کا یہ انتظام فرمایا کہ نماز کے وقت، کہ وہی وقت اجتماع کا ہے، خود بخود باہر رونق افروز ہو گئے۔ اسی بنا پر اہل اعتکاف کا طریقہ ہے کہ نماز کے وقت پردہ وغیرہ سب اٹھا دیتے ہیں تاکہ کوئی امتیازی شان پیدا ہو کر عجب نہ ہو۔ واللہ اگر تمام جہان کے عقلا چاہتے کہ ان مصالح کی رعایت کریں تو ہرگز نہ کر سکتے۔ یہ نور وحی ہے کہ جو ایسے دقیق دقیق مصالح کی رعایت فرمائی۔

علاوہ اس کے ایک اور دقیق رعایت یہ کہ اس پر نظر فرمائی کہ رات کو کام زیادہ کرنا چاہیے لیکن رات آرام کا وقت ہے۔ اگر دس کی دس راتیں کام کریں تو بیمار ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے ان راتوں کی حق تعالیٰ نے عجیب طریقے سے تقسیم فرمائی کہ طاق راتوں کو شب قدر بنا کر بتلا دیا کہ ایک رات سوؤ اور ایک رات جاگو اور ان راتوں میں ایسی برکات رکھ دیں کہ ہزار مہینوں کی خلوت سے وہ بات نصیب نہیں جو ان راتوں سے ہوتی ہے۔ اگر حکما اپنی عقل سے ہزار تدبیریں کرتے اور تدبیریں کرتے کرتے مر رہتے تو یہاں تک نہ پہنچ پاتے۔ اس لیے کہ اس کا ادراک کیسے ہوتا، کہ کون سے زمانہ میں کتنی برکت رکھی ہوئی ہے۔ اور اسی طرح کسی زمانہ کے اندر کوئی برکت پیدا کرنے کی بھی قدرت نہ تھی۔ یہ تو خالق الزمان کے تصرف سے برکت پیدا ہو گئی اور انھی کے بتلانے سے معلوم ہوا۔ صاحبو! یہ برکات تم کو مفت ملتی ہیں۔ دس دن نہ سہی، کم از کم تین ہی دن دنیا کے بکھیڑے چھوڑ کر مسجد میں بیٹھ جاؤ۔ تین دن نہ سہی ایک ہی دن سہی۔ علما نے لکھا ہے کہ ایک گھنٹہ کا اعتکاف بھی مشروع ہے۔ اللہ اللہ اگر اب بھی کوئی محروم رہے تو بہت ہی خسران کی بات ہے۔ ان کی طرف سے تو کچھ کمی نہیں ہے۔ لیکن آپ بھی تو کچھ حرکت کیجیے۔ ہماری اور حق تعالیٰ کی ایسی مثال ہے جیسے بچہ اور آپ، کہ بچہ چل نہین سکتا۔ لیکن تم منتظر اس کے ہو کہ یہ کچھ حرکت کرے۔ جب یہ کچھ حرکت کرے تو میں اس کو گود میں اٹھا لوں گا، سنبھال لوں گا۔ اسی طرح حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ بندہ کچھ تو کرے۔ جب یہ کچھ حرکت کرتا ہے تو ادھر سے رحمت ہوتی ہے، جذب ہوتا ہے۔ ورنہ اگر ادھر سے جذب نہ ہوتا تو یہ

مسافت آپ کے قطع کرنے سے قطع نہ ہوتی۔

جو چیزیں فرض و واجب ہیں ان کے آداب قرآن میں مذکور نہیں بلکہ وہاں صرف صیغہ وجوب کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ (روزوں کو رات تک پورا کرو) اور یہاں خود وَلَا تُبَاشِرُوْ ھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ (اپنی بیویوں سے مباشرت مت کرو جس وقت کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ فرمایا اس میں اعتکاف کے آداب تو بتلائے مگر اس کے فرض و واجب ہونے سے سکوت فرمایا۔ ایک قسم کا اعتدال ہے کہ نہ فرض و واجب، نہ مباح بلکہ سنت ہے۔ اگر اسے فرض کر دیتے تو اعتدال نہ رہتا۔ اس میں یہ خاص اعتدال رکھا ہے کہ کوئی کرے اور کوئی نہ کرے۔ اور چونکہ حضور ؐ نے خود ہمیشہ کیا ہے اور نہ کرنے والوں پر ملامت بھی نہیں فرمائی۔ اس لیے محققین کا مذہب اس کے متعلق سنت موکدہ علی الکفایہ ہونے کا ہے کہ ایک کرلے سب پر بوجھ اتر گیا۔ ایک کرلے اس کی برکت اوروں کو بھی پہنچ جائے، وہ بھی محروم نہ رہیں۔ یہ معنی ہیں سنت علی الکفایہ ہونے کے۔ غرض اعتکاف میں ہر طرح کا اعتدال ہے۔ اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔

فی المساجد کی تخصیص سے ایک اور حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ مساجد کو اعتکاف کے واسطے اس واسطے مقرر کیا کہ فضیلت جماعت بھی منجملہ فضیلتوں کے ہے تاکہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں، اعتکاف کی بھی اور جماعت کی بھی۔ اگر کوئی کوہ یا صحرا یا مکان کی کوئی کوٹھڑی اس کے واسطے تجویز کرتے تو یہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہ جاتا۔ نیز اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ تم خود اس جماعت کی برکت کے محتاج ہو۔ اگر نمازی نہ ہوتے تو تم کو یہ برکت کہاں سے حاصل ہوتی۔ تم جماعت کی برکت سے محروم رہتے۔ پس طاعت کے ساتھ ساتھ عجب کا بھی علاج ہو گیا۔ سبحان اللہ کیا اعتدال ہے۔ حکما کی تجویز کردہ خلوت میں یہ باتیں کہاں۔ اور جب اپنے کو برکات میں ان کا محتاج سمجھے گا تو اس کو کبر نہ ہوگا۔ خلوت اختیار کرتے ہیں کہ لوگوں کے ضرر سے بچیں۔ غرض اوروں کو حقیر سمجھنے کا جو مرض خلوت سے پیدا ہو سکتا تھا اس کا بھی علاج ہو گیا کہ جن کو یہ حقیر سمجھ کر الگ ہوا تھا وہی اہل برکت ہیں۔ انھیں کی بدولت اسے برکت جماعت حاصل ہوئی۔ نیز اسے اس پر بھی اب ناز نہ ہوگا کہ میرے اعتکاف کی وجہ سے اور لوگوں کو برکت پہنچی۔ کیونکہ یہ خیال کرلے گا کہ اصل میں ان لوگوں کے آنے کی وجہ سے مجھے جماعت بلکہ اعتکاف کی بھی برکت حاصل ہوئی اور اس جماعت کا موقع ہونے سے مجھ کو اعتکاف کی اجازت ہوئی۔ تو اصل میں، میں بھی ان کا محتاج ہوا۔ یہ پورا علاج ہے کبر و عجب کا۔ سبحان اللہ کیسی دوا ہے کہ پرہیز بھی ہے اور دوا بھی ہے۔

اسی طرح عاکفون بھی ایک حکمت پر دلالت کر رہا ہے۔ کہ عاکفون کے معنی حبس کے ہیں۔ عاکفون یہ بتلا رہا ہے کہ اس میں حبس نفس مقصود ہے۔ اس کا صلہ کبھی عن کے ساتھ آتا ہے اور کبھی فی یا علی کے ساتھ۔ یہاں صلہ لائے فی کے ساتھ، مطلب یہ کہ نفس کو مقید کرو مساجد میں، جو بیت

اللہ ہیں۔ اب معنی عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ کے یہ ہوئے کہ عاکفون فی بیوت اللہ، محبوس ہوتے ہیں وہ اللہ کے گھروں میں۔ اور بیوت اللہ میں محبوس ہونا کس کے واسطے ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ کے لیے ہے۔ پس حقیقت وہ ہوئی جس کو امیرخسرو نے بیان کر دیا ہے۔

خسرو غریب است و گدا افتادہ در کوئے شما — باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

(خسرو غریب و گدا آپ کے کوچہ میں پڑا ہوا ہے، خدا کے لیے غریبوں کی طرف بھی نظر فرمایئے)۔

اور جب اعتکاف کی یہ حقیقت ہے اور حقیقت اس عنایت کے لوازم سے ہے، تو عاکفون میں یہ بھی بتا دیا کہ جب تم ہمارے دروازے پر آ پڑو گے تو کیا ہم تم کو محروم کر دیں گے۔ تو ایک حکمت اس میں یہ بھی ہے۔ ایک حکمت عاکفون میں اور بتلا دی جو گویا روح الروح ہے۔ روح تو خلوت ہے، اور خلوت کی روح ذکر اللہ ہے۔ کیونکہ حقیقت مذکورہ دال ہے ذکر اللہ پر بوجہ اس کے کہ جس کوچہ میں سب کو چھوڑ کر جا پڑیں گے، کیا اس کو دل سے بھلا سکتے ہیں۔ پس اس کی یاد ضروری ہوئی اور اس کے ساتھ اوروں کا چھوڑنا، اور یہی حاصل ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا۔ تو گویا اعتکاف میں نظر اسی پر مقصود رہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ تو حقیقت میں اعتکاف فنائے محض ہے۔ تو جس نے اس نیت سے اعتکاف کیا، وہ واقعی معتکف ہے، ورنہ جو شخص بلا اس کے رہا اس کا اعتکاف بلا روح ہے۔

پھر یہ رحمت دیکھیے کہ اعتکاف میں حاجتوں کو خدا نے منع نہیں کیا۔ ان کے قضا کرنے کے لیے مساجد سے باہر نکلنے کی اجازت بھی دے دی۔ پھر بھی اگر کسی سے نہ ہو سکے تو اس کا قصور ہے۔ مباشرت میں چونکہ حاجت خفیف ہے، اس لیے لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ سے مباشرت کی ممانعت کر دی، اور کھانے پینے کی حاجت شدید ہے اس کے کرنے کی بھی اجازت دی، مثلاً مسجد کے اندر کھانے کی اجازت ہے اور لانے کی بھی اجازت دی۔ اور حاجت کی رعایت یہاں تک کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص بساطی ہے اور بساط اس کی اتنی ہی ہے کہ اسی پر گزر ہے تو اسے جائز ہے کہ وہ تجارت بھی مسجد میں کر لے مگر اسباب مسجد میں نہ لاوے۔ کیا ٹھکانا ہے وسعت کا، خدا کے معاملات کو دیکھو کس قدر سہل ہیں۔ پھر بھی اگر ان سے کوئی تجاوز کرے تو پھر ایسے اعتکاف سے فائدہ کیا۔

ایک حکمت اعتکاف میں یہ ہے کہ اس میں شب قدر کی تلاش (ثواب ڈھونڈنا) بھی ہے۔ حدیث میں آتا ہے: شب قدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اور اس حکمت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف کو اپنا ضروری سامان مسجد میں رکھنا جائز ہے مگر زیادہ بکھیڑا لانا مناسب نہیں کیونکہ اس سے تو وہ بھی گھر بن جائے گا۔ پھر جس طرح گھر میں عبادت و بیداری میں دشواری تھی وہی بات مسجد میں ہوگئی۔ سب کا حاصل یہ ہوا کہ مسجد میں تو گھر کے قصہ سے

چھڑا کے لائے تھے' وہاں تم نے اتنا بکھیڑا اٹھا لیا کہ وہ بھی گھر کی طرح ہو گئی۔ مسجد میں معتکف کو اتنا بکھیڑا نہ لے جانا چاہیے۔ بعضے آدمی ہوتے بھی ہیں بکھیڑیے۔ گو گناہ تو نہیں مگر خلاف ادب ہے۔ مسجد میں آئے ہو گھر چھوڑ کے' اگر تم نے اسے بھی گھر بنا لیا تو مسجد میں آنے کا کیا فائدہ ہوا؟ غرض نہایت مختصر سامان کے ساتھ مسجد میں آنا چاہیے بلکہ اپنے گھر میں بھی نہایت مختصر سامان سے رہنا چاہیے تو مسجد تو پھر خانہ خدا ہے۔ اس میں زیادہ بکھیڑا لانا مناسب نہیں۔

یہ پانچ راتیں ہیں جن میں احتمال ہے شب قدر کا' سبحان اللہ' عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ نے اس کی تلاش کے لیے مسجد میں پہنچا دیا۔ بھلا گھر میں اس کی کہاں فرصت؟ مسجد میں معتکف کو اس لیے لایا گیا کہ شب قدر کی تلاش سہل ہو۔ کیونکہ بہت سے آدمی ہوں گے' جب سب ایک ہی کام میں مشغول ہوں گے تو دل بھی لگے گا۔

اور اس میں بھی عجیب حکمت ہے کہ شب قدر کی تاریخ معین نہیں کی کیونکہ مقصود پانچ راتوں میں جگانا تھا۔ پھر' سبحان اللہ' اس میں یہ کیسا اعتدال ہے کہ متواتر پانچ راتوں میں نہیں جگایا' ایک رات جگایا اور ایک رات سلایا۔ اور پھر اس سونے میں بھی ثواب جگانے کا دیا۔ یہ بات میں اپنی طرف سے گھڑ کے نہیں کہتا۔ حدیث سے ثابت ہے۔ سونا جب ذریعہ ہے جاگنے کا' اور وہ ذریعہ ہے عبادت کا' اور ہوا بھی ہے اسی عبادت کے قصد سے' تو اس میں کیوں ثواب نہ ملے گا۔

شب قدر نہایت قابل قدر چیز ہے۔ اس میں جاگنا چاہیے اور خدا کی عبادت کرنا چاہیے اور کوئی ساری رات جاگنا ضروری نہیں' جتنا جس سے ہو سکے جاگے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عادت سے کسی قدر زیادہ جاگے۔ اس عبادت شب قدر کی روح مشاہدہ ہے۔ اس میں حق جل وعلیٰ شانہ کی تجلی ہوتی ہے اور گو ہمیں ان تجلیات کا دکھائی دینا ضروری نہیں مگر اس کی پہچان اس سے ہوتی ہے کہ ان میں اور' اور راتوں میں یہ فرق ہے کہ اس رات میں بہ نسبت اور راتوں کے عبادت میں زیادہ جی لگتا ہے' قلب کو غفلت نہیں ہوتی اور کیوں ہو' وصل کے ساتھ ہجر جمع نہیں ہوتا۔

شب قدر است طے شد نامہ ہجر سلام فیہ حتی مطلع الفجر

شب قدر میں نامہ ہجر لپیٹ دیا گیا ہے۔ اس میں سراپا سلامتی و برکت ہے طلوع فجر تک۔

اس رات کی یہ فضیلت ہے کہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا میں مَلٰٓئِکَہ رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اس میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اس میں فضیلت اس وجہ سے آئی ہے کہ اس میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں یا ملائکہ اس وجہ سے نازل ہوتے ہیں کہ اس میں پہلے سے فضیلت ہے' بہرحال جو بھی ہو۔

بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف ور بکشد زہے طرب ور بکشم زہے شرف

اس کا دامن ہاتھ آجائے وہ کھینچ لے تب بھی مقصود حاصل' ہم کھینچ لیں تب بھی' اسی طرح اس

میں بھی بہرحال فضیلت ہے۔اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ بڑی دولت سے محروم رہ گیا۔یہ دن سال بھر کے بعد آتے ہیں' ان کی قدر کرنا چاہیے کیونکہ زندگی کا کیا بھروسہ۔یوں تو ہر رات میں من وجہ فضیلت ہے' یہ اس لیے کہتا ہوں کہ اگر کسی سے فوت ہو جائے تو اور ہی کسی رات میں کچھ کر لے۔گو وہ ویسی تو نہ ہوگی مگر کام بن جائے گا۔

ای خواجہ چہ پرسی زشب قدر نشانی ہر شب شب قدر ست اگر قدر بدانی

(شب قدر کی نشانی کو تم کیا دریافت کرتے ہو' اگر قدر کرو تو ہر رات شب قدر ہے)۔

لیکن اس میں پھر بھی خصوصیت ہی ہے۔

اوپر جو ذکر کیا گیا کہ اس میں تجلی حق ہوتی ہے۔اس میں بھی دو احتمال ہیں یا تو اس شب کی فضیلت کے سبب اس میں تجلی ہوتی ہو اور یا خود تجلی کے سبب اس کی فضیلت ہوتی ہو۔حافظ شیرازی کے قول سے احتمال ثانی اَقرب معلوم ہوتا ہے' چنانچہ فرماتے ہیں؎

آن شبقدر سے کہ گویند اھل خلوت امشب است یارب ایں تاثیر دولت از کدا میں کوکب است

(وہ شب قدر کہ اہل خلوت کہتے ہیں آج کی رات ہے' یارب! اس میں یہ فضیلت کس کوکب کی وجہ سے آئی)۔یعنی یہ فضیلت شب قدر میں کس کوکب کی وجہ سے آئی۔کوکب سے مراد تجلی حضرت حق جل وعلیٰ شانہ ہے مع ظہور۔بہرحال یہ وقت عزیز ہے' بڑے فیوض و انوار و برکات کا ہے۔اس میں جہاں تک ہو سکے اعتکاف کرو' اگر نہ ہو سکے تو ان پانچ راتوں میں جاگ ہی لو۔اگر تمام راتوں میں نہ ہو سکے تو بعض ہی میں جاگ لو۔بعض کے بھی بعض حصہ میں جاگ لو' تب بھی کافی ہے۔(ترتیب و تدوین: م-س)